Physical Education, Health and Social Sciences
https://journal-of-social-education.org
E-ISSN: 2958-5996
P-ISSN: 2958-5988

برکات بیت المقدس اور نظریات اہل کتاب :تقابلی مطالعہ

Abdullah Qasim[1], **Dr. Muhammad Shahid Habib**[2]
[1] Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology (KFUEIT), Email: hafizabdullahqasim313@gmail.com
[2] Assistant Professor, Institute of Humanities and Arts(Islamic Studies), Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology (KFUEIT),
Email: shahid.habib@kfueit.edu.pk

DOI: https://doi.org/10.63163/jpehss.v4i1.1654

Abstract
Title: The Blessings of Bayt al-Maqdis and the Perspectives of the People of the Book Bayt al-Maqdis (Jerusalem) occupies a unique and sacred position in the religious traditions of Islam, Judaism, and Christianity. This study explores the concept of the blessings (barakāt) of Bayt al-Maqdis from an Islamic perspective while examining the beliefs and viewpoints of the People of the Book regarding its religious, historical, and spiritual significance. The research analyzes relevant Qur'anic verses, Prophetic traditions, and classical Islamic scholarship to highlight the virtues of Bayt al-Maqdis as a blessed land and an important center of worship and divine revelation. It also compares these Islamic teachings with Jewish and Christian understandings of Jerusalem, emphasizing both shared beliefs and theological differences. By adopting a comparative and analytical approach, the study aims to promote a deeper understanding of the city's sacred status and its role in fostering interfaith dialogue. The findings suggest that although Islam, Judaism, and Christianity differ in their theological interpretations, they all recognize Bayt al-Maqdis as a place of exceptional spiritual importance. The study concludes that appreciating these perspectives contributes to greater academic understanding and encourages respectful engagement among followers of the Abrahamic faiths.

Keywords: Bayt al-Maqdis, Jerusalem, Blessings, People of the Book, Islam, Judaism, Christianity, Comparative Religion, Interfaith Dialogue.

تمہید: ارضِ مبارکہ کا مقام

زمین پر تین مقامات ایسے ہیں جنہیں اللہ نے برکت، ہدایت اور عبادت کا مرکز بنایا۔ مسجد الحرام، مسجد نبوی، اور مسجد الاقصیٰ۔ ان میں سے تیسرا مقام "بیت المقدس" ہے جو فلسطین کی سرزمین پر واقع ہے۔

عربی میں "بیت المقدس" کا مطلب ہے "پاک گھر"۔ عبرانی میں "یروشلیم" یعنی "امن کا شہر"۔ قرآن نے اسے "الارض المقدسہ" اور "التی بارکنا حولہ" کہا۔

یہ مقام صرف ایک عمارت نہیں۔ یہ 4000 سال کی نبوت، توحید کی جدوجہد، اور آسمانی کتب کی تاریخ کا مجموعہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ یہاں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ کے جذبات بھی وابستہ ہیں۔

القدس کا معنیٰ:

ابن فارس نے لکھا ہے کہ:

اس کا مادہ (قاف،دال،سین)ہے اس کاا ستعمال شرعی کلام میں پاکیزگی کے معنیٰ میں ہوتا ہے ،اسی سے ”ارض مقدسہ“ کا معنیٰ پاکیزہ زمین ہو گا۔جنت کو” حظیرۃ المقدسہ“کہا جاتا ہے یعنی پاکیزہ خطہ ۔اسی طرح جبریل امین کو ”روح القدس (پاکیزہ روح)کہا جاتا ہے۔[1]

اور اللہ تعالیٰ کی صفا ت میں بھی قدوس ہے ”طھور“ اور پاکیزگی کے معنیٰ میں ہے۔

امام زھری فرماتے ہیں :

”اللہ تعالیٰ کی صفات میں ”القدوس “جیسا لفظ اس کے علاوہ اس معنیٰ کو ادا کرنے کے لئے نہیں ہے۔کیوں کہ وہ وہ منزہ ہے تمام عیوب اور نقائص سے۔اور”التقدیس “ تطھیر اور تبریک(برکت) کے معنیٰ میں استعمال ہوا ،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

{وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ} [2]

امام زجا: کہتے ہیں:

کہ نقدس لک کا معنی ہے نطھر انفسنا لک یعنی ہم اپنے نفسوں کو تیرے لیے پاک کرتے ہیں۔[3]

ابن الاعرابی کہتے ہیں: ارض مقدس کا معنی مطہرہ پاکیزہ ہے۔

امام فرہ نے لکھا ہے:

کہ ارض مقدسہ یہ دمشق فلسطین اور اردن کا حصہ ہے اور ارض مقدسہ کا معنی مبارکہ ہے یعنی بابرکت زمین۔

قرآن و سنت کی روشنی میں برکاتِ بیت المقدس

مبارک سرزمین

اللہ تعالیٰ نے 5 مقامات پر بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح کو "مبارک" کہا:

1۔ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ... إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ۔[4]

مفسرین لکھتے ہیں ”حولہ“ سے مراد پورا شام، فلسطین، اردن کا علاقہ ہے۔ یہاں انبیاء کی کثرت، رزق کی فراوانی اور علم کی برکت ہے۔ [5]

2۔وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ۔[6]

ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ ارضِ شام ہے جہاں ابراہیمؑ اور لوطؑ ہجرت کر کے گئے۔

3. يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ۔[7]

حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو اسی سرزمین میں داخلے کا حکم دیا۔

انبیاء کا مرکز

بیت المقدس "سرزمینِ انبیاء" ہے۔

- حضرت ابراہیمؑ نے یہاں ہجرت کی اور دعا کی ۔رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا[8]
- حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کی حکومت کا مرکز یہیں تھا۔ سلیمانؑ نے "بیت المقدس" تعمیر کیا۔[9]
- حضرت زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ سب کا تعلق اسی علاقے سے ہے۔ مریمؑ کی کفالت حضرت زکریاؑ نے "محراب" میں کی۔[10]
- نبی ﷺ نے معراج کی رات تمام انبیاء کی امامت "مسجد اقصیٰ" میں کروائی[11]

---

[1] ۔ ۔ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا ،معجم مقاییس اللغہ ،دالفکر،ط1399ھ،64/5

[2] ۔ البقرۃ:2/ 30

[3] ۔۔لسان العرب، محمد بن مكرم بن منظور الأفريقي المصري، تحقيق: عبد الله الكبير وَ محمد حسب الله وَ هاشم الشاذلي، دار المعارف/القاهرة،3549/5

4 ۔بنی اسرائیل:1/17

5 ۔ تفسیر الطبری 6/15

6 ۔ الانبیاء:21/ 71

7 ۔ المائدہ:5 / 21

8 ۔البقرہ:126/2

9 ۔السبا:12/34-13

10 ۔آل عمران:37/3

11 ۔ ابو الحسين مسلم بن الحجاج النيسابوري، صحیح مسلم ،دار احیاء التراث العربی،حدیث نمبر 172

ہجرت کے بعد 16 ماہ 17 دن تک مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس رہا۔ پھر آیت نازل ہوئی: قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔[12]
اس تبدیلی کی حکمت یہ تھی کہ اللہ یہود کو آزمانا چاہتے تھے۔

2. احادیث مبارکہ میں فضائل:

1۔سفر کے قابل 3 مساجد*: _"تین مسجدوں کے سوا کجاوے نہ باندھو: مسجد حرام، میری مسجد، اور مسجد اقصیٰ"[13]

2۔اجر میں اضافہ: _

عن أبي الدرداء وجابر مرفوعا: «فضل الصلاة في المسجد الحرام على غيره مائة ألف صلاة، وفي مسجدي هذا ألف صلاة وفي مسجد بيت المقدس خمسمائة صلاة»"[14]

3. برکت کے 4 پہلو

مفسرین کے مطابق "بارکنا حولہ" میں 4 برکتیں ہیں:

1۔ برکتِ نبوت: سب سے زیادہ انبیاء یہیں مبعوث ہوئے
2۔برکتِ رزق: زیتون، انجیر، کھجور جیسے مبارک پھل
3۔برکتِ علم: مدارس، حواریین، صحابہ کا مرکز
4۔برکتِ جہاد: اسلام کی سب سے بڑی جنگیں یہیں ہوئیں

اہل کتاب کا تعارف:

اسلا م کا لغوی معنیٰ:

اسلام "اس کا مادہ سین لام میم(س،ل،م) ہے ابن فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"معظم بابه من الصحةوالعافية"
کہ اس کا معنی صحت اور عافیت ہے سلامت کا معنی انسان ہر قسم کے مصائب اور تکلیف سے بچا رہے ،وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا نام بھی "السلام "ہے کہ جس کامطلب ہےمخلوق کے اندر جوعیب اور نقص ہے اس سے اللہ تعالی پاک ہے ،اسلام انقیاد کے معنی میں ہے اس وجہ سے کہ انسان کوانکار اورنافرمانین سے بچاتا ہے۔15

امام رغب اصفہانی فرماتے ہیں:

"الإسلام هو الدخول في السلم، وهو أن يسلم كل واحد منهمامن أن يناله من ألم صاحبه"

اسلام "کا معنیٰ سلامتی میں داخل ہونا ہے،اور صاحب اسلاممیں سے ہر شخص دوسرے کو تکالیف سے بچاتا ہے۔16

اسلام کا اصطلاحی معنیٰ:

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :کہ اسلام اللہ تعالی کا وہ دین ہے جس کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں اس کے علاوہ کوئی اور دین قبول نہیں کروں گا ۔ اللہ تعالی نے فرمایا:
{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ} 17

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام دو چیزوں کا مجموعہ ہے:

1۔نمبر ایک ظاہری طور پر اپنے اپ کو اللہ رب العالمین کے حوالے کرنا ۔
2۔اور دوسر ا اس میں اخلاص قائم کرنا اور خالصتا اللہ کے لیے عبادت کرنا۔[18]

یہود کا تعارف:

"لفظ یہودی "یہ موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی امت کا نام ہے ان کے پاس کتاب تورات آئی یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو آسمان سے نازل ہوئی اس سے قبل ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اور دوسرے انبیاء پر جو نازل ہوئیں وہ صحف تھے، اللہ تعالی نے قرآن مقدس میں آٹھ مقامات پر چار سورتوں میں لفظ یہود کواسی نام سے مخاطب کیا اور ہر جگہ ان کی مذمت بیان کی اور ان کے کفر کو بیان کیا ،اس کے علاوہ قران مقدس میں سو آیات میں اشارتا دوسرے نام سے ان کو مخاطب کیا جیسے "بنی اسرائیل قوم موسی " اہل کتاب وغیر کہہ کر مخاطب کیا۔

---

12 ۔البقرہ:144/2
13 ۔صحیح مسلم،دار احیاء التراث العربی،باب لاتشدواالرحال،ج/2،ص/1014
14 البیہقی،سنن الصغیر،جامعة الدراسات الإسلامية، كراتشي ۔ باكستان كتاب المناسك، باب إتيان المدينة وزيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم والصلاة في مسجده ومسجد قباء وزيارة قبور الشهداء، 2 /211
15 ۔ ابن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، 90/3
16 ۔ الرغب الأصفهاني،ابو القاسم الحسين بن محمد،مفردات غريب القرآن، مکتبہ نزار مصطفى البارز،ص/240
17 ۔القرآن،85/3
18 ۔ الفتاوی الکبری، شیخ الاسلام ابن تیمیة، تحقيق: حمد عبدالقادر عطا- مصطفى عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية/بيروت، ط1199م،566/6

یہود کی وجہ تسمیہ:

1۔ایک قول تو یہ ہے کہ یہ " ھادالرجل"سے مشتق ہے اس کا مطلب تاب(اس نے توبہ کی)ور رجع(اس نے رجوع کیا) اور ان کا نام یہود اس وجہ سے رکھا گیا کیونکہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے رب سے کہا تھا "اھدنا الیک" ہمیں اپنی طرف لوٹا دے۔ لیکن یہ اس معنی میں منحصر نہیں ہے ۔

یہود ونصاریٰ کے ہاں برکات کا تصور

جو کوئی بھی انسانی تاریخ اور مختلف مذاہب کی تاریخ کا جائزہ لے گا، وہ یہ پائے گا کہ تعظیم کا مسئلہ مختلف قوموں، فرقوں اور مکاتب فکر کے شعور، فکر اور عقائد میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ محقق کا اس مطالعہ میں مختلف مذاہب کے درمیان اس عقیدے کی تفصیلات، تردید اور مباحث مقسود نہیں ہے، کیونکہ یہ اس تحقیق کا مقصد نہیں ہے۔ مزید براں، اس معاملے کے بارے میں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے عقائد پر بحث، یعنی تعظیم، ان شاء اللہ اس مطالعہ میں بعد میں پیش کی جائے گی۔

بلکہ یہاں مقصد کچھ مثالیں پیش کرنا ہے کہ مختلف فرقے اور مذاہب کس طرح جگہوں، لوگوں اور دوسری چیزوں کی تعظیم کرتے ہیں، تاکہ اس عقیدہ کے عمومی اثرات کو واضح کیا جا سکے۔ تقدس اور برکت کی تعریفوں پر پہلے بحث کرنے کے بعد، لسانی اور تکنیکی طور پر"ارض مقدس" (مقدس سرزمین) کی اصطلاح ایک مقررہ اصطلاح ہے جو خاص طور پر سرزمین فلسطین، لیونٹ اور یروشلم کے لئے استعمال ہوتی ہے ۔

تاہم، یہ اصطلاحات - تقدس اور برکت - قدیم اور جدید دونوں قوموں اور لوگوں میں پائی جاتی ہیں، اور چاہے مقدس چیز کوئی شخص ہو، پہاڑ ہو، مکان ہو، دریا ہو یا ملک ہو، تقدس کا تصور ایک قوم سے دوسری قوم میں مختلف ہوتا ہے، ہر ایک کی اپنی سمجھ کے مطابق۔

جیسا کہ سامری، یا "سامرہ،" یہودیوں کا ایک فرقہ تھا جو یروشلم کے پہاڑوں اور مصر کے دیہاتوں میں رہتے تھے۔ انہوں نے موسیٰ، ہارون اور یوشع بن نون علیہم السلام کی نبوت کو تسلیم کیا، لیکن ان کے علاوہ ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء کی نبوت کا انکار کیا۔[19]

وہ گریزیم پہاڑ کی تعظیم کرتے ہیں، جس کا مطلب ہے "منتخب پہاڑ" جس پر مسافر واپس آئے گا۔

اس کی تعظیم کی وجہ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

سامریوں نے اس پہاڑ پر اپنا مندر بنایا تاکہ اس کی زیارت کریں اور وہاں قربانیاں پیش کریں۔

اسی طرح یونانی آتش کدہ کی تعظیم کرتے،ہندو گنگا دریاکی تعظیم کرتے،اور مختلف مذاہب میں مختلف چیزوں کی تعظیم ہے ۔

لیکن زمین اور مقدس مقام کی حرمت پر یقین رکھنے والوں کا ان سے گہرا تعلق ہے۔ مثال کے طور پر، اگر آپ مسلمانوں کو دیکھیں تو آپ کو کعبہ اور مقدس سرزمین کی حرمت کو انسانیت سے جوڑنے میں خالق کے رازوں میں سے ایک راز ملے گا،جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعاء میں ہے :

{رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ
رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ
وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ }[20]

اس دعا نے،اللہ تبارک وتعالیٰ سے ، اس بابرکت اور مقدس جگہ کو دین اور دنیاوی معاملات کے اجتماع کی جگہ بنا دیا۔ جہاں تک مذہب ار دین کا تعلق ہے: اس میں لوگوں کا اس شہر کی طرف متوجہ ہونا اور خدا کی اطاعت کے لیے جانا شامل ہے۔

اور جہاں تک دنیاوی معاملات کا تعلق ہے: اس میں تجارت کی خاطر لوگوں کا اپنا ذریعہ معاش ان تک پہنچانے کا رجحان بھی شامل ہے۔ اس میلان کی وجہ سے ان کی روزی پھیلتی ہے اور ان کے کھانے اور لباس میں اضافہ ہوتا ہے[21]۔

تقدیس کا یہ اثر، یعنی زمین سے تعلق، مکہ کے علاوہ مسلمانوں کے لیے دیگر مقدس مقامات کو بھی شامل ہے ، جیسے مدینہ میں مسجد نبوی، اور فلسطین میں بیت المقدس۔

ماقبل سطور میں مختلف مزاہب کے بارے تقدس کا تذکرہ کرتے ہوئے چند مثالوں سے واضح کیا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سامری سینکڑوں سالوں سے "گرزیم" کی سرزمین کے ساتھ منسلک ہیں، اور وہ اسے اپنے عقیدے اور اپنے مذہب کی بنیادوں میں سے ایک مانتے ہیں، اور وہ اس سرزمین میں مذہب سے ہٹ کر اور اس مبینہ تقدس کی پاسداری کرتے ہیں۔

---

[19] ۔الشہرستانی،الملل والنحل، مطبعۃ الأزھر،مصر،ط1366ھ،515-514/1
[20] ۔ابراہیم:37/14
[21] ۔الرازی ،تفسیر الکبیر،تحت ھذہ الآیہ

ان سے زیادہ دور نہیں، بہائی قصر بہجہ میں محل جوائے کے ارد گرد تعینات ہیں، اور وہ اس کی زیارت کرتے ہیں، اسے ایک جگہ اور زمین کے طور پر چمٹے ہوئے ہیں۔

ان کے شمال میں، دروز کے دل "حاسبیا" اور "معلولہ" کے لیے ترستے ہیں۔
مشرق کی طرف، شیعہ مقدس شہر کربلا کی زیارت کرتے ہیں ۔ان کے دعویٰ کے مطابق وہ اس میں داخل ہونے کو ایک اعزاز اور عظیم فائدہ سمجھتے ہیں، جس کے بغیر مال، اولاد اور جانوں کا کوئی نقصان نہیں ہوتا، اس کی مٹی کو چھونا، اس کے پتھروں سے برکت حاصل کرنا، اوردور دراز علاقہ جہاں بھی وہ موجود ہیں وہاں سے اس کی طرف جوق در جوق آتے ہیں۔

اعتقادی غلو:

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی شخص، پتھر، قبر یا جگہ کی حرمت پر یقین کچھ پیروکاروں اور عوام کو یہاں تک کہ بعض اشرافیہ کو بھی اس مقدس چیز کی تکریم میں حد سے بڑھنے اور اس سے آگے بڑھنے پر مجبور کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے اس مقام سے بھی زیادہ درجہ دے دیتے ہیں جو اس سے افضل ہے۔
قرآن پاک نے مشرکین کے ان معبودوں کے بارے میں مبالغہ آرائی کا ذکر کیا ہے جن کی وہ خدا کے سوا عبادت کرتے تھے جو کہ اصل میں انسان تھے یا بے جان چیزیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

{أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى (19) وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى (20)
أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثَى (21) تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَى}[22]

"کیا تم نے لات اور العزیٰ اور منات، تیسرے، دوسرے کو سمجھا ہے؟ تم مرد ہو، اور اس کے لیے مرد ہے، یعنی پھر ایک غیر منصفانہ تقسیم ہے، لیکن تم نے ان کا نام نہیں رکھا، جو تم نے خدا کا نام نہیں رکھا اور تم نے ان کا نام نہیں رکھا۔ ان کے لیے کوئی دلیل نازل کی ہے وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور جو دل چاہے اور ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔

غلو کی ممانعت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو غلو اور شدت پسندی سے منع کیا اور اس شدت پسندی اور اس کے اسباب کے بارے میں پچھلی امتوں کے حالات سے آگاہ کیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چرچ کا ذکر کیا جسے مسلمانوں نے دیکھا اور اس میں تصاویر اور مجسمے بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک آدمی مر جاتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے ہیں اور اس میں وہ تصویریں لگا دیتے ہیں، یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔[23]
شاید ہی کوئی انسانی گروہ ایسا ہو جو تہذیب میں شامل رہا ہو سوائے اس کے کہ اس کی تہذیب کے تانے بانے میں کوئی ایسی چیز ہو جو مسلمانوں کے لیے مسجد، یا عیسائیوں کی عبادت گاہ، یا یہودیوں کی عبادت گاہ سے ملتی جلتی ہو، جیسا کہ قدیم مصریوں، ہندوستانیوں، فارسیوں اور یونانیوں کا معاملہ ہے...
علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر مسجدیں بنانے سے منع فرمایا، اور ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی، آپ نے قبروں کی تعظیم اور سجدہ سے منع فرمایا، اور ان کو برابر کرنے کا حکم دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اور ان کے قریب نماز پڑھنے سے منع فرمایا، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر روشنی نہ ہو،یہ منع مطلق ہے اس نے اس سے منع فرمایا چاہے کسی نے اس کا ارادہ کیا یا ارادہ نہیں کیا تاکہ اسباب کو روکا جائے۔[24]
حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا"۔[25]
گویا آپﷺ نے اس سے صاف منع فرمایا اور ڈرایا،لعنت کی
علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[22] ۔النجم:22-19/53

23 ۔ متفق عليه، البخاري: كتاب الصلاة، باب الصلاة في البيعة، حديث نمبر : 606،)ص 41
مسلم: كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب "النهي عن بناء المساجد على القبور واتّخاذ الصّور فيها، والنهي عن اتّخاذ القبور مساجد"،
حديث نمبر: 529،)ص269

24 ۔ الفتاوى الكبرى، ابن تيمية، 19/4

25 ۔ متفق عليه، البخاري: كتاب الصلاة، بأب، برقم: 605،
مسلم: كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب "النهي عن بناء المساجد على القبور واتّخاذ الصّور فيها، والنهي عن اتّخاذ القبور مساجد"، برقم: 521،

صحابہ، تابعین ، ائمہ یا سلف صالحین میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس نے یہ کہا ہو کہ انبیاء اور صالحین کی قبروں پر دعا قبول کی جاتی ہے، نہ قطعی اور خاص طور پر، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے یہ کہا ہے کہ نبیوں اور صالحین کی قبروں پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کی دعا اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ کی دعا سے بہتر ہے، نہ اس جگہ کی نماز اس کے علاوہ کسی اور جگہ کی نماز سے بہتر ہے، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے ان قبروں پر دعا اور دعا مانگی ہے۔[26]

مندرجہ بالا آیات اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام تقدس اور برکات کے معاملے کو منظم کرنے اور تمام مقدس چیزوں کو خالص توحید پر مبنی بنانے کے لیے آیا ہے، کیونکہ اس تقدس کا سرچشمہ صرف وہی ہے۔

مشرکین کی انتہا پسندی اور ان کے بت پرست دیوتاؤں کے درجے کو بلند کرنے میں ان کی الجھنوں کے مقابلے میں، اسلام نے آکر واضح کیا کہ کائنات کا ایک ہی رب ہے، جو تعظیم، تسبیح اور تقدس کے لائق ہے۔ ماقبل میں جس میں لات اور العزیٰ کا ذکر ہے، اس سورت کے آخر میں االہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’پس اللہ کو سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔ اس سے قبل اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ان کے پاس ایک آخری نبی، محمد تھے، جو کہ الہامی وحی پہنچانے والے معصوم ہیں۔ ان کے بارے میں میں کہا گیا ہے:

’’تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے نہ خطا ہوا ہے اور نہ ہی وہ [اپنی] جھکاؤ سے بات کرتا ہے، یہ نہیں بلکہ وحی نازل ہوئی ہے‘‘۔ اسی باب میں انہیں یہ بھی دکھایا گیا کہ ان کے پاس ایک ابدی کتاب ہے، جو سب سے زیادہ تعظیم اور اطلاق کے لائق ہے، اور اس میں ان کی بے توقیری اور اس کو نظرانداز کرنے کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"کیا یہ ہے؟" آپ اس حدیث سے حیران ہوتے ہیں، اور ہنستے ہیں، لیکن آپ سنجیدہ نہیں ہیں، اور آپ غافل ہیں۔ (النجم 59)

ان سطور کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تقدیس پر یقین کے یہ دو اثرات ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے اور بھی بہت سے اثرات ہیں، جن کی تفصیل یا مثال یہاں نہیں دی جا سکتی ۔

ان میں سے کچھ اثرات مثبت ہیں اگر مقدس کا منبع سچا مذہب ہو، بشمول واقعی مقدس مقامات میں سکون اور امن، جسے خدا نے برکت دی ہے۔ یہ سکون خدا کی رفاقت اور حمایت میں یقین کا نتیجہ ہے، اور جگہ یا وقت یا وغیر کی عظمت کو محسوس کرنے کا نتیجہ ہے، جیسے کہ مسجد حرام کا دورہ کرنا اور کعبہ کا طواف کرنا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"درحقیقت انسانوں کے لیے سب سے پہلا گھر [عبادت] جو مکہ میں قائم کیا گیا تھا - بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔"[27]

تفسیر ۔مبارک**:** یعنی نیکی کی کثرت، کیونکہ اس میں عبادت کا ثواب کئی گنا زیادہ ہے جیسا کہ ابن عباس نے ان سے کہا،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیونکہ اس میں حج کرنے والوں کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، اس کا طواف کرتے ہیں اور اس میں اعتکاف کرتے ہیں، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی برکت سے مراد اس میں عبادت کا تسلسل ہے۔[28]

مذکورہ بالا کے علاوہ تقدس میں موجودہ غلو کے منفی اثرات بھی ہیں، مثال کے طور پر محقق کی سمجھ کے مطابق:

1. خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا، مخلوقات کی تعظیم ایسی کرنا کہ خدا کے ساتھ برابر ہو جائے ، یا ان کو ایسی صفات کے ساتھ متصف کرنا جو کہ صرف خالق کے لیے جائز ہیں۔

2. قتل کرنا، مخالفین کو قتل کرنا ،ان کے قتل کو جائز سمجھنا۔ان کے تقدس کو پامال کرنا، اور مبینہ مقدس چیزوں کے دفاع میں ممنوعات کی خلاف ورزی کرنا۔

3. تقدس کو ان لوگوں کی طرف منسوب کر کے عقل کو ناکارہ کرنا جن کی لوگ بغیر بصیرت کے پیروی کرتے ہیں،جس کو اندھی تقلید کہتے ہیں ۔

4. مبینہ مقدس عہدوں کے حامل افراد کی طرف سے ناانصافی کو قبول کرنا اور جارحیت کو تسلیم کرنا،کہ وہ لوگ جو مرضی کہتے رہیں ،بسا وقات گالیاں بھی دیں تو ہنس کر ٹال دینا کہ سائیں جو ہیں ،اسی طرح مال لے لیں تو بھی پرواہ نا کرنا۔

خلاصہ:

---

26 ۔ الفتاوی الکبری، ابن تیمیة:6624/2

27 ۔آل عمران:96/3

28 ۔ علامہ آلوسی ،روح البیان۔

ماقبل عبارات اور تقدیس کے معنیٰ میں وضاحت سے جو بات سمجھ آتی ہے اس کو خلاصہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے:

اول: تقدیس اور تقدیس پر یقین کا مسئلہ حقیقت میں عملی اثرات رکھتا ہے جو لوگوں کے افکار، طرز عمل اور معاملات میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ کوئی نظریاتی مسئلہ نہیں جو صرف کتابوں تک محدود رہے بلکہ عملی طور پر اس اعتقاد کے مطابق اقدام کیا جاتا ہے ۔

دوسرا: وحی کے ساتھ تعظیم کے مثبت اثرات ہیں، جن میں انسانوں کو کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہے، اور انسانی تعظیم کے منفی اثرات ہیں، جو انسانوں کی خواہشات اور ان کے محدود ذہنوں کے نتائج سے پیدا ہوئے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان کو مقدس سرزمین کے سلسلے میں تقدس کا مثبت اثر سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس کا تقدس خدا کی طرف سے آیا ہے یہودیوں کے اس سرزمین کے متعلق کچھ امور ناروا ہیں ۔ مثال کے طور پر کہ زمین کی حرمت پر یقین کی وجہ سے اس سے تعلق جوڑنا ،یہودیوں اور صیہونیت کے مقاصد میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ وضاحت کی جا چکی ہے ، انہوں نے طویل عرصے سے زمین (اسرائیل) یا (موعود شدہ سرزمین) کی حرمت اور اس کے یہودی لوگوں (خدا کے منتخب لوگوں) سے تعلق کے خیال کو فروغ دیا ہے۔ اس طرح، یہودیوں میں اس مذہبی فروغ کا مقصد اس مبینہ لوگوں کے جذباتی احساس کو قائم کرنا اور اسے ہمیشہ خدا کی زمین سے جوڑنا ہے جس کے بارے میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں یہ زمین عطا کی گئی ہے ۔

سفارشات:

بیت المقدس صرف زمین کا ٹکڑا نہیں، یہ عقیدے کا مسئلہ ہے۔ ہمیں علم، اتحاد، دعا اور عملی اقدامات تینوں سے اس کی حفاظت کرنی ہے۔ اور اہل کتاب سے بحث نفرت سے نہیں بلکہ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ کے اصول پر کرنی ہے۔

امت پر 4 فرائض

1۔عقیدے کی حفاظت: نئی نسل کو بتانا کہ اقصیٰ ہمارا پہلا قبلہ ہے۔ اس سے محبت ایمان کا حصہ ہے،

سیرت انبیاء سے ربط: نصاب میں حضرت ابراہیم، داود، سلیمان اور عیسی علیہم السلام کے بیت المقدس سے تعلق کو نمایاں کیا جائے۔

2۔دعاء:بیت المقدس کی فتح کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے ۔ہر جمعہ اور رمضان میں فلسطین اور اقصیٰ کے لیے خصوصی دعا کا اہتمام کیا جائے ۔

3.۔علم: یہودی اور عیسائی نظریات کا علمی رد۔ تاکہ پروپیگنڈے کا جواب دیا جا سکے،

مقارنہ مطالعہ : مدارس، جامعات اور اسلامی مراکز میں قرآن، بائبل اور تلمود کی روشنی میں بیت المقدس کی حیثیت پر کورس متعارف کروائے جائیں تاکہ طلبہ کو 3 مذاہب کے نظریات کا فرق سمجھ آئے۔

ریسرچ سینٹر- بیت المقدس کی تاریخ، فضائل اور موجودہ صورتحال پر ایک مستقل تحقیقی ادارہ بنایا جائے جو مستند حوالوں سے مواد شائع کرے۔

4۔مدد: فلسطینیوں کی قانونی، طبی اور معاشی مدد، بیت المقدس میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے تعلیمی، طبی اور معاشی فنڈ قائم کیا جائے تاکہ وہاں مضبوط رہیں۔

مصادر ومراجع:

1۔ ابن فارس، معجم مقاییس اللغة، 90/3

2۔ ابو الحسین مسلم بن الحجاج النیسابوري، صحیح مسلم ،دار احیاء التراث العربی،حدیث نمبر 172

3۔ الرغب الأصفهاني،ابو القاسم الحسین بن محمد،مفردات غریب القرآن، مکتبہ نزار مصطفیٰ البارز،ص/240

4۔ الفتاوی الکبری، شیخ الاسلام ابن تیمیة، تحقیق: حمد عبدالقادر عطا- مصطفی عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیة/بیروت،

5۔ تفسیر الطبری

6۔لسان العرب، محمد بن مکرم بن منظور الأفریقي المصري، تحقیق: عبد الله الکبیر وَ محمد حسب الله وَ هاشم الشاذلي، دار المعارف/القاهرة،

7۔ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا ،معجم مقاییس اللغہ ،دالفکر،ط1399ھ،64/5

8۔الرازی ،تفسیر الکبیر،تحت هذه الآیہ

9۔الشهرستانی،الملل والنحل، مطبعة الأزهر،مصر،ط1366ھ،514/1-515

10۔انجیل: انجیل لوقا، انجیل یوحنا، کتاب مکاشفہ

11۔البیهقی،سنن الصغیر،جامعة الدراسات الإسلامیة، کراتشي ۔ باکستان کتاب المناسك،

12۔تاریخ: البدایہ والنہایہ لابن کثیر، تاریخ الطبری

13۔تفسیر: تفسیر ابن کثیر، تفسیر القرطبی، تفسیر الطبری،روح البیان

14۔تورات: کتاب پیدائش، کتاب سلاطین اول و دوم

15۔ صحیح بخاری،

16۔ سنن ابن ماجہ،

17۔مسند احمد